تصوف وسلوک قسط اول:

تصوف کے بارے میں ایک علمی تحقیق

مولانا سید باچا آغا صاحبزادہ

لیکچرر گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ

تصوف کی تعریف:

تصوف کی تعریف کے سلسلے میں کافی بحث وتمحیص پائی جاتی ہے، اس کی ابھی تک کوئی ایک تعریف نہیں ہوسکی۔ مختلف لوگوں نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری نے رسالہ قشیریہ میں تصوف کی بے شمار تعریفات درج کی ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

امام قشیری حضرت جنید بغدادیؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ: ''تصوف حضور قلب سے ذکر کرنے اور سن کر وجد میں آنے اور اتباع سنت کرتے ہوئے عمل کرنے کا نام ہے''۔ (1) ایک دوسری جگہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ: ''تصوف یہ ہے کہ حق تعالیٰ تجھے تیری ذات سے پناہ کردے اور اپنی ذات کے ساتھ زندہ رکھے''۔ (2) حضرت ابوسعید اعرابیؒ فرماتے ہیں کہ: التصوف کله ترک الفضول (یعنی تمام فضولیات کے چھوڑ دینے اور یگانگی کا نام تصوف ہے''۔ (3) امام ابوبکر ابواسحاق فرماتے ہیں کہ: ''حق تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار رہنے کا نام تصوف ہے''۔ (4) حضرت ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں کہ: التصوف ترک کل حظ للنفس (یعنی تصوف تمام نفسانی حظوظ اور لذتوں سے دست کش ہونا ہے) ایک دوسرے قول میں فرماتے ہیں کہ: الصوفية هم الذين صفت ارواحهم ، فصاروا فی الصف الاول بین یدی الحق . (5)

یعنی صوفیائے کرام کا وہ گروہ ہے جن کی جانیں کدورت بشریہ سے آزاد اور آفت نفسانیہ سے پاک وصاف ہوکر آرزوئے تمنا سے بے نیاز ہوگئی ہیں۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے حضور بلند درجہ اور صف اول میں آرام گستر ہیں اور ماسوی اللہ سے وہ مکمل کنارہ کش ہوچکے ہیں۔

حصری علیہ فرماتے ہیں کہ: التصوف صفاء السیر من کدورة المخالفة یعنی تصوف کی تعریف یہ ہے کہ دل کو مخالفت کی کدورت ومیل سے صاف رکھے مطلب یہ کہ دل کو حق تعالیٰ کی مخالفت سے محفوظ رکھو، کیونکہ دوستی موافقت کا نام ہے اور موافقت، مخالفت کی ضد ہے، دوست کو لازم ہے کہ سارے جہاں میں دوست کے احکام کی مخالفت کرے۔ (6) حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ: ''التصوف خلق فمن زاد علیک فی زاد علیک فی الخلق، زاد علیک فی التصوف '' یعنی تصوف پاکیزہ اخلاق کا نام ہے پس جو زیادہ پاکیزہ اخلاق ہو وہ زیادہ صوفی ہے۔'' (7) حضرت ابوعبداللہ رودباریؒ فرماتے ہیں کہ : ''التصوف ترک التکلف و اشتغال التظرف و خلاف المترف '' یعنی تصوف تکلف کو چھوڑنے اور پاکیزگی کا برتاؤ کرنے اور بڑائی کو دور کرنے کا نام ہے۔ (8) حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں کہ: تصوف کے معنی ہیں حقائق کا حاصل کرنا۔

مخلوق کے ہاتھ میں ازقبیل اقتدار جو کچھ ہے اس سے یکر روگردان ہوجانا۔(9) ابومحمد جریریؒ فرماتے ہیں کہ: تصوف کے معنی یہ ہے کہ جملہ اخلاق حمیدہ اور اوصاف طبیہ کے میدان میں داخل ہوجانا، اور ہر قسم کے اخلاق رذیلہ اور اوصاف ردیہ سے پاک صاف ہوجانا۔ (10) حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ : "المصفا ولا یة ولها آیة روایة والتصوف حکایة للصفا بلا شکایة" (صفاولایت کی منزل ہے اور اس کی نشانیاں ہیں اور تصوف "صف" کی ایسی حکایت وتعبیر ہے جس میں شکوہ وشکایت نہ ہو۔(11) حضرت ابوالحسن سیروانیؒ فرماتے ہیں کہ : التصوف ترک الخلق وافراط الهمة.(12) "یعنی تصوف خلق کے ترک اور ہمت کی زیادتی کا نام ہے"۔ ☆ عارف عبدالمتین لکھتے ہیں کہ: "تصوف نوں شرعت تے طریقت دے ویسلے نال سچائی تیک اپڑان دا اک عملی منصوبہ قراد تا جاسکدا۔"(13) یعنی تصوف شرعت تے طریقت کے وسیلے سے سچائی تک پہنچنے کا ایک عملی طریقہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

ان تعریفات کی روشنی میں اس حقیقت کا تعین مشکل نہیں کہ تصوف قلب کی پاکیزگی، حقیقت مطلق کو پانے کی تڑپ، اوصاف حمیدہ کے حصول، بلندیٔ اخلاق اور ترک علائق کا نام ہے۔تصوف کی راہ سے انسان نے نیک خلق حاصل کیا، قناعت کا درس سیکھا، ضبط نفس کے مراحل سے گزرا اور آگہی کی منازل کو طے کیا۔ظاہر ہے کہ انسانی سیرت اور خصائل وفضائل کی معراج اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے۔

تصوف کی اہمیت:

انسان وجود کے ارتقاء، ارتفاع اور بقاء کا دارومدار جسم اور روح کی ہم آہنگی پر ہے، یوں بھی ہر چیز کی دو رخ ہوتے ہے ایک ظاہری اور دوسرا باطنی، خارج کا تعلق انسان کی ظاہری ساخت اور برتاؤ سے ہوتا ہے، جبکہ باطن کا تعلق انسان کے اندر کے ساتھ ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ باہر کے رویوں کا تعین اندر کے محرکات سے ہوتا ہے اور اندر کے رویوں کا تعین خارجی ماحول کے تحت ہوتا ہے۔اسلام میں اَن دونوں پہلوؤں کو دو اصطلاحات کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے، ایک شریعت اور دوسری طریقت۔ایک تعلق عبادات سے ہے اور دوسری کا تعلق معاملات سے، ایک کا تعلق عمل سے ہے اور دوسری کا سوچنے سے اور محسوس کرنے سے۔بالفاظ دیگر شریعت ارکان اسلام کی پابندی سے متعلق احکامات پر مشتمل ہے، جبکہ طریقت باطن کی پاکیزگی اور سوچ واحساس کے ذریعے داخلی رویوں کے اصلاح کے ساتھ ہے۔لیکن جس طرح جسم اور روح کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح شریعت اور طریقت بھی ایک دوسرے میں ضم ہیں۔تصوف کا تعلق اگرچہ دونوں کے ساتھ ہے لیکن اس کا زیادہ جھکاؤ طریقت کی طرف ہوتا ہے، یعنی اندر کی طرف اس کا جھکاؤ زیادہ ہے۔یوں بھی تصوف (Mysticism) اصل کے اعتبار سے یونی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی آنکھیں بند کرلینا ہیں (14) "یعنی اسے دنیائے محسوسات سے ہٹ کر باطنی حقیقت کی طرف رجوع کرلینا کہا جاسکتا ہے"، کہ تصوف تزکیہ نفس کے بعد اپنی اصل ہوجانے کے ذوق کا سفر ہے یعنی پاکیزگی باطن کے عمل سے گزر کر حقیقت مطلق سے ہمکنار ہونے کا۔

تصوف مذہب کی روح ہے کیونکہ تصوف کی رہنمائی میں انسان مقصود حقیقی کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے دل کو بھی اسی کی

نگہبانی میں دے دیتا ہے۔انسان کی خارجی زندگی جس کا تعلق عقل کے ساتھ ہے یا روحانی زندگی جس کا تعلق باطن کے ساتھ ہے، تصوف کی کارفرمائی ہر کہیں جاری وساری رہی ہے۔مذہب کی طرح تصوف بھی ایک عالمگیر صداقت ہے،جس طرح تصور مذہب سے کوئی قوم خالی نہیں ہے اسی طرح تصوف بھی ہر قوم میں کارفرما رہا ہے۔صوفی خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو،عشق کو جزو حیات بنا کر ہی سلوک کی راہیں طے کرتا ہے۔ظاہر ہے کہ عشق پر عامل انسان تمام رذائل اخلاق سے پاک ہو جاتا ہے کیونکہ عشق تمام انسانی عیوب کا ازالہ کر دیتا ہے،بقول رومی:

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
وے طبیب جملہ علت ہائے ما

اور

مرکرا جامہ زعشقے چاک شد
او ، زحرص و آز ، کلی پاک شد (15)

تصوف کی ماہیت:

اقوام عالم کے صوفیانہ ادب اور صوفیوں کے اقوال کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اپنی ماہیت کے اعتبار سے تصوف اس اشتیاق کا نام ہے جو ایک صوفی کے دل و دماغ میں خدا سے ملنے کے لئے اس شدت کے ساتھ موجزن ہوتا ہے۔کہ اس کی پوری عقلی وجذباتی زندگی پر غالب آجاتا ہے،جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صوفی ،اسی یعنی خدا کو اپنا مقصود حیات بنا لیتا ہے۔گفتگو کرتا ہے تو اسی کی، خیال کرتا ہے تو اسی کا، یاد کرتا ہے تو اسی کو، کلمہ پڑھتا ہے تو اسی کا،شفق کی سرخی میں، دریا کی روانی میں، پھولوں کی مہک میں، بلبل کر آواز میں ،تاروں کی چمک میں،صحرا کی وسعت میں باغ کی شادابی میں،غرض کہ تمام مظاہر فطرت اور مناظر قدرت میں اسی خدائی کا جلوہ نظر آتا ہے

سمایا ہے تو جب سے نظروں میں میری
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

خدا، خالق کائنات ہے اور انسان اس سے رابطہ پیدا کر سکتا ہے۔اس رابطے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ خدا خود بندوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ: وقال ربکم ادعونی استجب لکم ۔(16) اگر تم مجھے پکارو گے تو میں جواب دوں گا۔پھر مذہب نے دو چیزیں پیش کیں، پہلی چیز یہ ہے کہ اگر میری اطاعت کرو گے تو میں تمہیں اس کی جزا دوں گی یعنی جنت میں داخل کروں گا: اور میری نافرمانی کرو گے تو سزا دوں گا یعنی دوزخ میں ڈال دوں گا۔دوسری چیز یہ کہ اگر اطاعت کے علاوہ تم مجھ سے محبت کرو گے تو میں تم سے محبت کروں گا اور اس محبت کا ثمرہ یہ ملے گا کہ تمہاری شخصیت میں میری صفات منعکس ہو جائیں گی، اور اس قرب یا اتصال کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم بچشم دل میرا دیدار کر سکو گے۔اسی لئے اہل مذہب دو گروہوں میں منقسم ہو گئے۔جن لوگوں میں عقل کا غلبہ تھا انہوں نے صرف اطاعت شریعت کو کافی سمجھا اور جنت کو مقصود بنا لیا،لیکن جن لوگوں پر عشق کا غلبہ تھا انہوں نے صرف اطاعت شریعت کو کافی سمجھا اور جنت کو مقصود بنا لیا۔اسی دوسرے طبقے کے افراد کو

عرف عام میں صوفی کہتے ہیں، اوراس تصریح سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہرصوفی دراصل عاشق ہوتا ہے۔عشق اور تصوف مترادف الفاظ ہیں۔تصوف ہی وہ رہنما، مشیر اور ناصح ہے کہ ہروقت سالک کوتلقین کرتا ہے، کہ دیکھنا کہیں مقصود، نگاہ سے اوجھل نہ ہوجائے، اے انسان! تیرا مقصود حقیقی، اللہ سے رابطہ یا تعلق پیدا کرنا ہے، اس لئے جب تو نماز پڑھنے کھڑا ہواور یہ دیکھے کہ مصلیٰ پاک ہے یا نہیں؟ منہ قبلے کی طرف ہے یا نہیں؟ توان ظواہر کے ساتھ ساتھ یہ بھی تو دیکھ کہ تیرا مقصود پاک ہے یا نہیں؟ دل اللہ کی طرف ہے یا نہیں؟ وقس علی ھذا۔ اگر بحالت نماز تیرا دل دنیا کی طرح ہے تو ایسی نماز بے حضوری سے، ظاہر شرع کا تقاضا تو پورا ہوجائے گا لیکن اللہ سے تعلق پیدا نہ ہو سکے گا، اور جب اس سے تعلق پیدا نہ ہوا تو نماز کا مقصد حقیقی بھی فوت ہوگیا۔

تصوف سالک کو متنبہ کرتا ہے کہ اگر تو اللہ سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل ہوگیا، تو ہفتوں بلکہ مہینوں میں بھی اس غفلت کی تلافی نہ ہوسکے گی۔تصوف دل کی نگہبانی کا دوسرا نام ہے، کیونکہ انسان بظاہر جسم اور نفس کا نام ہے مگر درحقیقت دل کا نام ہے اور اگر دل مسلمان نہ ہوسکا تو رکوع وسجود یا زبان سے خدا کا اقرار، دونوں بے معنیٰ ہیں۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ، تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

پس تصوف، دل نگاہ کو مسلمان بنا دیتا ہے اور تصوف کے علاوہ دل ونگاہ کو مسلمان بنانے کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔

تصوف، انسانی روح کا ذاتی تقاضا ہے، اپنی اصل سے واصل ہونے کے لئے، جو اس کی گہرائی میں سے ابھرتا ہے۔اس تقاضے کا انسان کی خارجی (مادی) دنیاوی زندگی سے کوئی علاقہ نہیں ہے یعنی یہ تقاضا خارج سے انسان پر وارد نہیں ہوتا۔ہاں یہ ضرور ہے کہ مناسب ماحول میسر نہ آسکے تو دب جاتا ہے اور اگر میسر آجائے تو اس میں شدت پیدا ہوجاتی ہے۔اس تقاضے کا نتیجہ اس رجحان طبع کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جس کی بدولت انسان کی پوری شخصیت کو دنیا کی عارضی اور فانی دلچسپیوں سے ہٹا کر، خدا سے وابستہ کردیتا ہے، اور پوری توجہ اس کے حصول پر مرکوز کردیتا ہے۔یہ رجحان طبع، انسان کے دل میں خدا، خودی اور کائنات کا ایک خاص تصور قائم کردیتا ہے مثلاً:

(الف) اس کی نگاہ میں حقیقی وجود صرف خدا کے لئے ہے۔حقیقی معنیٰ میں صرف خدا ہی موجود ہے۔

(ب) خودی (روح) اس حقیقی وجود سے صادر ہوئی ہے جیسے آفتاب سے شعاع کا صدر ہوتا ہے۔اسی لئے خودی اور خدا میں ایک شدید رابطہ ہے۔مولانا رومی کہتے ہیں کہ:

اتصال بے تکیف بے قیاس   ہست رب الناس رابا جان ناس (17)

یہی وجہ ہے کہ خودی یا روح کو مادی دنیا کی کسی چیز سے قرار یا اطمینان حاصل نہیں ہوسکتا۔ہوبھی کیسے سکتا ہے؟ صحبت ناجنس تو عذاب الیم ہے۔جس سے آشنائی نہ ہو اس کی صحبت کیسے راس آسکتی ہے؟ اسی لئے تو اقبال نے یہ مشورہ دیا ہے کہ:

چشم بکشاکہ جلوۂ دلدار   متجلی است از درودیوار   (جاری ہے)

مأخذ و مصادر

1۔امام ابوقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، رسالہ قشیریہ مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن، تحقیقات اسلام، اسلام آباد، 1970ء ص 430۔

2۔ایضاً ص 428۔

3۔قلندر علی سہروردی، الفقر فخری، مرکزی مجلس سہروردیہ لاہور، بار اول، ص 129۔

4۔امام ابوبکر بن اسحاق، تعریف مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن، المعارف لاہور، 1391ھ، ص 138۔

5۔سید علی ہجویری داتا گنج بخش، کشف المحجوب، مترجم مفتی غلام معین الدین نعیمی، نوری بک ڈپو لاہور، 1978ء ص 78۔

6۔ایضاً ص 79۔

7۔ایضاً، ص 79۔

8۔بحوالہ بالا الفقر فخری، ص 129۔

9۔رئیس احمد جعفری، تصوف اور اسلام، کراچی، ص 189۔

10۔ایضاً 189۔

11۔بحوالہ بالا کشف المحجوب، ص 75۔

12۔بحوالہ بالا الفقر فخری، ص 129۔

13۔عارف عبدالمتین، پرکھ پڑچول، جدید ناشرین لاہور، 1979ء، ص 18۔

14۔غلام احمد پرویز، تصوف کی حقیقت، ادارہ علوم اسلامیہ لاہور، 1981ء، ص 24۔

15۔مولانا جلال الدین رومی، مثنوی معنوی، انتشارات پژوھن خیابان انقلاب تہران، 1375 شمسی، دفتر اول، ص 6 بیت

16۔22،23۔المومن، 40:60۔17۔بحوالہ بالا مولانا رومی، دفتر چہارم، ص 589، بیت نمبر 760۔

......☆﴿جدید سائنسی انکشاف اور اسلام﴾☆......

مسواک کا استعمال جدید ٹوتھ پیسٹ سے زیادہ نافع ہے:

شاہ فیصل یونیورسٹی کے محققین نے ایک مطالعہ میں انکشاف کیا ہے کہ عرب اور ایشائی ممالک میں دانت کی صفائی کے لئے مسواک کا استعمال برش اور جدید ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے زیادہ مفید ہے۔ رپورٹ کے مطابق اس سائنسی تحقیق کے بعد ان ملکوں میں مسواک کے استعمال اور اس کی فروخت قابلِ لحاظ حد تک اضافہ ہوا ہے، مطالعہ میں کہا گیا ہے کہ مسوڑھوں کی بیماری، دانت سے خون آنا اور پائیریا وغیرہ کے ازالہ کے لئے مسواک زیادہ کارگر اور مؤثر ہے، اس کے چبانے سے جو صاف عرق کشید ہوتا اور سلیکا کا مادہ نکلتا ہے، اس سے دانتوں کی مکمل صفائی ہو جاتی ہے، واضح رہے کہ سلیکا ایک قسم کی معدنی شئی ہے جو داغ دھبوں کی صفائی میں معاون ہے۔